دُنیا کی مظلوم مسلم اقلیتیں

چشم دید رپورٹ

تنزانیہ میں مسلمانوں کی حالتِ زار

اسلامی دُنیا کے لئے لمحۂ فکریہ

تنزانیہ میں اسلام و مسلمانوں کے حالات۔ مسائل۔ مشکلات اور ضروریات کے بارے میں ایک تفصیلی جائزہ جو کہ میں نے حالیہ مشرقی افریقہ کے دورے کے بعد مرتب کیا ہے "الحق" کے لئے ارسال ہے۔ محمد سمیع اللہ

رقبہ اور آبادی مشرقی افریقہ کے تین ممالک کینیا۔ یوگنڈا اور تنزانیہ ہیں۔ تنزانیہ سب سے بڑا ملک ہے یہ براعظم افریقہ کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ اس کے شمال میں کینیا اور جھیل وکٹوریہ، شمال مغرب میں یوگنڈا مغرب میں جھیل ٹانگانیکا اور زائرے، جنوب میں زمبیا اور ملاوی۔ جنوب مشرق میں موزمبیق اور مشرق میں بحیرۂ عرب واقع ہے۔

۱۹۷۹ء کی سرکاری مردم شماری کے مطابق تنزانیہ کی آبادی ایک کروڑ ستر لاکھ ہے جس میں سے ۹۰ فیصد مختلف نسلوں کے افریقی ہیں اور باقی ۱۰ فیصد ایشیائی عرب اور یورپی اقوام ہیں۔

مردم شماری کے اعداد و شمار مذہبی لحاظ سے کوئی اطلاع بہم نہیں پہنچاتے۔ ۱۹۶۷ء کی سرکاری مردم شماری کے مطابق کل آبادی کا ۶۰ سے ۷۰ فیصد کا حصہ مسلمانوں پر مشتمل تھا۔ ۱۹۷۸ء کی مردم شماری میں مذہبی لحاظ سے اعداد و شمار جمع ہی نہیں کئے گئے۔ تاکہ مسلمانوں میں اپنی اہمیت کا شعور اور طاقت کا احساس نہ پیدا ہو چنانچہ آبادی کی اکثریت پر مشتمل ہونے کے باوجود وہ سیاسی لحاظ سے پس منظر میں ہیں لیکن ۱۹۸۰ء میں وزارت اطلاعات و ثقافت کے جاری کردہ بیان کے مطابق مسلمان ۷۰ فیصد ہیں۔ دوسرے نمبر پر عیسائی ہیں۔ جن کی اکثریت رومن کیتھولک ہے۔

مسلم اکثریت کے علاقے | تنزانیہ میں لینڈ کے اردگرد پانچوں جزیروں میں سو فیصد مسلمانوں کی اکثریت ہے یہ پانچ جزیرے زنجبار۔ پمبا۔ مافیا۔ کلوا کس وانی اور کلوا کونجی ہیں۔ دیگر علاقے وہ ہیں جو شمال سے جنوب تک ساحل کے ساتھ ساتھ واقع ہیں۔ ان میں ٹانگا کا علاقہ ٹانگا کے شمالی علاقے۔ دارالسلام کے شمال میں واقع ساداقی، لنڈا اور کلوا کے اضلاع۔ ناچن گوویا کا ضلع اور رموما کے علاقے شامل ہیں۔ مسلمانوں کے خاندان مندرجہ ذیل قبائل میں پائے جاتے ہیں۔ زگنا۔ دیگو۔ لوگورو۔ زرامو۔ متیمبی۔ کوتو۔ گنڈو۔ ماجنگا۔ تنزانوی۔ ماکنڈے اور یاؤ۔ تنزانیہ کے مغرب سے لے کر مشرق تک مرکزی اور ریلوے لائن کے اردگرد مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

جہاں تک شہروں کا تعلق ہے مندرجہ ذیل شہروں میں مسلمانوں کی گنجان آبادیاں پائی جاتی ہیں۔ دارالسلام شہر۔ کلوسا۔ موروگورو۔ دودوما۔ ٹانگا۔ من پونی۔ اتوکی۔ تبوریا۔ ارمو۔ کلی وا۔ پودن زا۔ گروکا۔ اور جھیل ٹانگا نیکا کے ساحلوں پر انتہائی مغرب میں یوجی جی۔

تقریباً ضلعی اور علاقائی صدر مقامات میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ مثلاً سنگی دا۔ کمباما۔ مون زا۔ بکوبا۔ کاتی گوما۔ یوجی جی۔ سمبنلا۔ کندوا۔ سن ین گا۔ موشی۔ موروگورو۔ کلوسا۔ کورک وے۔ ہندینی۔ کوم بوائی اور ارنگا۔ ان اعداد و شمار سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ تنزانیہ کی آبادی کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ بیس میں سے تیرہ علاقے (REGIONS) مسلمانوں کے ہیں۔

ورود اسلام کی مختصر تاریخ | ۹۵۰ء ہی سے ساحلوں پر مسلمان تاجروں کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔ مشرقی افریقہ آنے والے مسلمانوں کا تعلق حضرموت سے تھا۔ اس کے بعد عمانی عرب آئے جنہوں نے زنجبار۔ کلوا۔ مافیا اور رباکا مرپو میں مختصر نوآبادیاں قائم کیں۔ عمانی حکمرانوں کے بعد جب شیوار سے تعلق رکھنے والے سعید بن سلطان نے زنجبار پر توجہ مبذول کی (۱۱۵۰ء) اور وہاں اپنی حکومت قائم کی تو اسلام کو مزید تقویت پہنچی۔ اور اندرون ملک لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ شیراز اور بنتو کی مختلف مسلمان آبادیوں اور حضرموت کے عربوں کے باہمی ارتباط کی وجہ سے سواحلی زبان اور کلچر وجود میں آئے۔ عرب اور سواحلی مشترکہ اثر و نفوذ اندرون ملک میں سترھویں صدی ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ زیورات اور کپڑوں کے بدلے ہاتھی دانت وغیرہ عام ہونے لگی۔ اس اثنا میں جب کہ ساحلی آبادیوں میں اضافہ ہو رہا تھا بہت سے افریقیوں نے جن میں زیادہ تر بنتو تھے اسلام قبول کر لیا۔

اسلام کی اشاعت ابتدا میں زیادہ تر عمان اور حضرموت کے عربوں کے ساتھ انفرادی روابط کی وجہ سے ہوئی۔ بعد میں ساحلوں پر آباد سواحلی لوگوں نے اسلام کی تبلیغ میں اہم کردار ادا کیا۔

پھر یورپ سے عیسائی مشنری آ گئے۔ انہوں نے عیسائیت کی تبلیغ اور تعلیم شروع کر دی۔ انہوں نے مختلف امدادی کاموں کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کیا۔ گرجے، ہسپتال، سکول اور لائبریریاں قائم کیں۔

بڑے بڑے فارم بنائے۔ لوگوں کو زراعت اور کاشتکاری کے بہتر طریقے سکھائے۔ انہوں نے قبائل کے درمیان امن و امان قائم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ درحقیقت عیسائی مشنریوں نے ملک کی مادی ترقی میں خاصا حصہ لیا۔ کچھ مسلمانوں نے عیسائی سکولوں میں کنڈر گارڈن سے لے کر سکنڈری سطح تک دنیاوی تعلیم بھی حاصل کی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس میں مضر تبلیغی اثرات اور پروپیگنڈے کی وجہ سے ان کا اسلامی تشخص مجروح ہوا۔

مسلمانوں کی موجودہ تعلیمی صورت حال مذہبی اور دنیاوی نقطۂ نظر سے

تنزانیہ میں نظام تعلیم کا زور دنیاوی (سیکولر) تعلیم پر ہے اور مذہب کو مختلف مذہبی تنظیموں کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اس طرح دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے مسلمان بہت پسماندہ ہیں جب کہ ملک کی آبادی میں مسلمان ستر فیصد سے کم نہیں۔ مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کا بھی کوئی باقاعدہ انتظام نہیں۔ سوائے ان چند ابتدائی سکولوں کے جہاں قرآن مجید کی تعلیم دی جاتی ہے۔

بہت سے مسلمانوں کے شہروں میں چھوٹے بچے قرآنی مدارس میں سواحلی زبان میں پڑھتے ہیں۔ ان مدارس کو چوو (CHUO) کہا جاتا ہے۔ تقریباً چھ مہینوں میں وہ عربی کے حروف تہجی اور آخری پارے کی سورتیں یاد کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد اسلامیات پڑھی جاتی ہے جس میں نماز، روزہ، خطبات جمعہ عیدین وغیرہ کے مسائل پر زور دیا جاتا ہے۔ لیکن عموماً عربی زبان کی تعلیم نہیں دی جاتی اور نہ ہی اسلامی تاریخ، چار اماموں کی فقہ اور دوسرے اہم اسلامی علوم پڑھائے جاتے ہیں۔

تاہم ملک میں کچھ ایسے مدارس ہیں جن میں ثانوی سطح تک اسلامیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ مدارس مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ دارالسلام میں مصری حکومت کا ۱۹۶۶ء میں قائم کردہ اسلامی مرکز۔ اس کی تنظیمی اور انتظامی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

۲۔ انتہائی مغرب میں یوجی جی۔ کاتی گوما میں غزال مسلم سکول، یہ ۱۹۵۲ء میں قائم ہوا تھا کچھ مخیر مسلمان اسے چلا رہے ہیں اس مدرسہ سے کافی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔

۳۔ بوکوبا (شمال مغرب) میں کٹورو مسلم سکول۔ یہ بھی انفرادی سطح پر شیوخ حضرات چلا رہے ہیں یہ اگرچہ چھوٹا سکول ہے لیکن قابل تعریف انداز میں چلایا جا رہا ہے۔

۴۔ ٹانگا مسلم سکول۔ یہ ایک معروف مدرسہ ہے اس نے بہت سے لائق طلبہ پیدا کئے ہیں تاہم صحیح تنظیم کی کمی ہے۔

۵۔ کنڈوا مسلم سکول۔ تبلیغی جماعت کے چند سرگرم حضرات نے حال ہی میں یہ سکول قائم کیا ہے۔ لیکن یہاں مناسب مالی ذرائع ہیں نہ صحیح اساتذہ ہی میسر ہیں۔

۶۔ "الحرمین" (پوسٹ بکس نمبر ۲۱۴۳۲ دارالسلام) کے نام سے سعودی عرب کی مالی امداد سے ایک نیا مدرسہ

قائم کیا جا رہا ہے جس میں اعلیٰ سطح پر اسلام کی تعلیم دی جائے گی اس نے ۱۹۸۲ء تک مکمل ہو جانا تھا۔ تنزانیہ کے مسلمانوں کی اعلیٰ اسلامی تعلیم کی ضروریات بہت حد تک اس سے پوری ہو جائیں گی۔ اگر اس جامع نے صحیح نہج پر کام شروع کر دیا۔

اس کے علاوہ کئی دیگر مدارس ہیں جنہیں شیوخ حضرات انفرادی سطح پر اپنے اپنے گھروں میں چلا رہے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت ملک میں تقریباً پانچ سو مکاتب ہیں۔ ان میں بہت سے ابھی محض ابتدائی مراحل طے کر رہے ہیں۔

چونکہ تنزانیہ ایک اسلامی ملک نہیں ہے اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان ہر شعبے میں خواہ وہ مذہبی یا سیکولر معتد بہ علم حاصل کریں۔ ملک میں اسلام کی تعلیم تبلیغ اور پروپیگنڈے کے لئے اور دیگر مذاہب اور اسلام کے درمیان ایک توازن قائم کرنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے۔

تعلیمی اور سیاسی پسماندگی | تمام تعلیمی اداروں میں بالخصوص اعلیٰ تعلیم کے میدان میں مسلمان اقلیتی حیثیت میں ہیں۔ مسلمانوں کی اکثریتی حیثیت (۸۰٪) فقط پرائمری سکولوں میں ہے۔ لیکن جوں جوں اوپر جائیں یہ تناسب کم پڑتا جاتا ہے۔ ثانوی سکولوں میں تناسب کم ہو کر ۱۵ سے ۲۰ فی صدرہ جاتا ہے۔ اور یونیورسٹی کی سطح تک پہنچتے پہنچتے فقط ۵ فیصد رہ جاتا ہے۔ یہ صورت حال از حد افسوسناک ہے۔

یورپ کے عیسائی مشنری آئے تو ساتھ ہی لادینی (سیکولر) نظام تعلیم بھی آیا۔ یہ مشنری فطری طور پر اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ چنانچہ سیکولر تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایک مسلمان کو لامحالہ اپنا مذہب بالائے طاق رکھنا پڑتا تھا۔

آزادی کی تحریک چلی تو استعمار کو شکست دینے کے لئے کچھ عیسائی بھی مسلمانوں کے ساتھ آملے۔ ۱۹۶۱ء میں آزادی حاصل ہو گئی چونکہ تعلیم کے شعبے میں مسلمان عیسائیوں سے پیچھے تھے اس لئے موخر الذکر حکومت پر چھا گئے ۱۹۷۱ء سے کر اب تک حکومت اور پارٹی کی دو تہائی سے زیادہ آسامیوں پر عیسائیوں کی اجارہ داری ہے۔ دفاتر اور دوسرے اداروں میں مسلمانوں کی اکثریت زیریں طبقات پر مشتمل ہے۔

اس صورت حال کے پیش نظر سیاسی طور پر مسلمانوں کے پاس کوئی طاقت نہیں۔ اگر کہیں کسی کونے کھدرے میں مسلمان نظر آ بھی جائیں تو وہ محض نام کے مسلمان ہوتے ہیں عمل کے لحاظ سے ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

مسلمانوں کی زبوں حالی | بہت کم مسلمان ایسے ہیں جو اسلامی تشخص کو برقرار رکھے ہوئے ہیں یہ زیادہ تر شیوخ ہیں۔ اور عام طور پر ساحلی علاقوں میں ہیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ عام مسلمانوں میں سے کچھ، بڑے قصبات

میں پنج گانہ نماز ادا کرتے ہیں۔ اور جمعہ کی نماز کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جو ربیع الاول کے مہینے میں میلاد مناتے ہیں۔ اور خاص طور پر نئے تعمیر شدہ مکان کے افتتاح کے وقت۔ نومولود بچے کا سر منڈاتے وقت یا نکاح کی رسم ادا کرتے وقت کچھ رسوم مناتے ہیں۔ اکثر مسلمان مرد مسلمان عورتوں سے شادی کرتے ہیں لیکن کچھ بالخصوص جدید تعلیم یافتہ مسلمان غیر مسلم لڑکیوں سے بھی شادی کر لیتے ہیں۔ اس صورت میں شادی جج یا ایریا کمشنر کی عدالت سے طے پاتی ہے جو سرکاری ملازم ہوتا ہے۔ اور ضروری نہیں کہ مسلمان ہی ہو۔ مہر کی رقم خاصی بڑی ہوتی ہے اور عام طور پر دلہن کے والدین کو ادا کی جاتی ہے۔ مسلمان مرد عام طور پر پتلون قمیص پہنتے ہیں۔ ٹوپی کا استعمال بہت کم ہے۔ لیکن جمعہ کے دن "کنزو" قسم کا سفید لباس اکثر دیکھنے میں آتا ہے۔ یہ سیدھے گاؤن اور لمبے بازوؤں پر مشتمل ہوتا ہے۔ معمر مسلمان یہی لباس پہنتے ہیں۔

مسلمان عورتیں "خانگا" پہنتی ہیں اور عام طور پر برہنہ سر رہتی ہیں۔ کبھی کبھی تو قمیص صرف گھٹنوں تک آتی ہے۔ صرف ساحلی شہروں میں اور اندرون ملک کے چند قصبات میں سیاہ رنگ کا نقاب پہنا جاتا ہے۔ مسلمان اور عیسائی مرد آپس میں گھلے ملے ہوتے ہیں۔ بالکل مسلمان اور عیسائی خواتین کی طرح۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ تقریباً ایک سو سال سے مسلمان اور عیسائی اکٹھے رہ رہے ہیں۔ بعض قبائل میں دلچسپ صورت حال دیکھنے میں آتی ہے۔ دونوں مذاہب، خاندان میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں ماں باپ مسلمان ہیں تو چچا چچی عیسائی۔

شہری علاقوں میں، دیہات کی نسبت طلاق کا رواج زیادہ ہے۔ غیر مسلموں میں بغیر نکاح کے زندگی گذارنے کا عام رواج ہے کئی کئی سال بغیر نکاح کے رہا جا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ چار یا پانچ بچے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ بعض مسلمان بھی اس سے استثنا ہیں۔

متمول مسلمان مردوں میں تعدد ازدواج بھی عام ہے۔ فی الحقیقت بہت سے مسلمانوں کی زندگی میں اسلام کا اثر محض سطحی ہے۔ اسلامی اصولوں کی حقیقی پیروی کم ہے۔ پنج گانہ نماز عام بالکل نہیں۔ شہروں میں پنج گانہ نماز اگر ہوتی بھی ہے تو مشکل سے سو کے لگ بھگ نمازی جمع ہوتے ہیں۔ جہاں تک دیہاتی طاقتوں کا تعلق ہے رمضان کے ساتھ ہی نماز بھی ختم ہو جاتی ہے۔ بالکل رمضان کے مقدس مہینے کے دوران بھی تراویح کی نماز پابندی سے نہیں ادا کی جاتی۔ ہاں عشاء کی نماز کا کچھ التزام ہو جاتا ہے۔

بہت کم مسلمان زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اس میں چنداں تعجب کی بات نہیں اگر اکثر کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ زکوٰۃ ہے کیا؟ اس کی اہمیت کیا ہے؟ اسلامی معاشرے میں اس کی کیا ضرورت ہے۔ زکوٰۃ کس کس کو ادا کی جاتی ہے اور کیسے جمع کی جاتی ہے؟

صرف موت، شادی اور میلاد کے مواقع پر مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں۔ ہاں، جہاں جہاں تصوف کے سلسلے پائے

جاتے ہیں۔ مثلاً قادری اور شاذلی سلسلے، وہاں بھی مسلمان مل بیٹھتے ہیں۔ جس سلسلے سے منسلک کسی مسلمان کی موت واقع ہو جائے تو اس سلسلے سے وابستہ مرد اور عورتیں مل کر ذکر اذکار کرتے ہیں۔

تجارت اور تجار کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ ایک عام متمول مسلمان افریقی کے پاس کچھ گاڑیاں۔ آٹا پیسنے کی مشین اور مچھلی کا شکار کرنے کے لئے کچھ کشتیاں ہوتی ہیں۔ ان متمول مسلمانوں کے کاروبار میں شراب خانے بٹیر کی دوکانیں اور چور بازاری بھی شامل ہوتی ہے۔ ان مسلمانوں کی زندگیاں تناقص اور تضادات سے پُر ہیں۔ نماز ادا کی جا رہی ہے لیکن ساتھ ساتھ شراب نوشی۔ زنا اور لڑکیوں کا تعاقب بھی جاری ہے۔ بہت کم مسلمان مختاط اسلامی زندگی بسر کرتے ہیں۔

کچھ مخیر مسلمان، مساجد اور مدارس کی تعمیر کے لئے اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرتے ہیں۔ عام طور پر صرف شہری علاقوں میں ہی خوبصورت مساجد تعمیر کی جاتی ہیں۔ اکثر امیر مسلمان حج پر بھی جاتے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حج کرنا اور الحاج کہلانا معاشرے میں عزت و امتیاز بھی دلا دیتا ہے یہ اور بات ہے کہ حج سے واپسی پر بھی اکثریت صحیح اسلامی زندگی گذارنے سے انحراف ہی کرتی ہے۔

معقول مسلمان زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو استعمار کے زمانے میں درجہ چہارم تک تعلیم پا سکتے تھے۔ یہ حکومت اور پارٹی کے لیڈر بھی رہے اور پھر عمر یا صحت کی وجہ سے ریٹائر ہو گئے۔

جدید تعلیم کی بنیاد مشن سوسائٹیوں نے ڈالی۔ اس وقت تنزانیہ کو ٹانگانیکا کہتے تھے۔ رومن کیتھولک اور پروٹسنٹ دونوں نے ابتدائی اور ثانوی سکول اور تعلیمی اور زرعی کالج قائم کئے۔

اس وقت ان اداروں میں تعلیم پانے کے لئے عیسائی بننا ضروری تھا چنانچہ بہت سے مسلمانوں کو عیسائی بننا پڑا۔ جو عیسائیت قبول نہیں کرتے تھے انہیں بھی کلیسا میں جانا پڑتا تھا۔ انجیل کا مطالعہ لازمی تھا اور اس کا امتحان بھی پاس کرنا پڑتا تھا۔

اس طرح ایک طویل عرصے تک عیسائیت سے بہت قریب رہنے کی وجہ سے بہت سے مسلمان تعلیم مکمل کرنے کے بعد اسلام کی طرف مراجعت نہ کر سکے جو اسلام کے دامن میں واپس آ گئے وہ بھی صحیح مسلمان نہ بن سکے۔ نصف عیسائی اور نصف مسلمان رہے۔

تنزانیہ کے عوام بھی اسلام کی آمد سے قبل دوسرے افریقی ممالک کی طرح، بعض روائتی مذہبی عقائد رکھتے تھے اسلام قبول کرنے والوں کی بہت بڑی اکثریت اسلام کے حقیقی تصور، تفہیم اور اہمیت اور مضمرات سے نابلد ہی رہی ان کے نزدیک اسلام محض چند ظاہری عبادات مثلاً وضو، نماز، اعتکاف وغیرہ سے متعلق تھا۔ اسلام کا یہ سطحی تصور اتنی گہری جڑیں پکڑ چکا ہے کہ آج اگر کوئی سیاست معاشیات اور قانون کے میدانوں میں قرآن سے رہنمائی حاصل

کرنے کے بارے میں سوچے بھی تو اسے دوسرے مسلمان خبطی اور غیر متوازن کہیں گے۔

مسلمانوں کی نئی نسل اور پرانی نسل کے درمیان تصادم کا خطرہ واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ نئی نسل نے معروف اسلامی یونیورسٹیوں سے حال ہی میں اسلامی تعلیمات حاصل کی ہیں۔ یہ یونیورسٹیاں شیوخ اور متقدمین کے رسوم و رواج کو شرک اور بدعت کا نام دیتی ہیں۔ دوسری طرف پرانی نسل کے دانشور الزام لگاتے ہیں کہ جدید نسل کے نمائندے جدیدیت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اس کش مکش سے زیادہ نقصان اس عظیم اکثریت کو ہو رہا ہے جن کا علم اسلام کے بارے میں یوں بھی واجبی سا ہے۔ وہ اس مخمصے میں ہیں کہ فریقین میں سے کون حق پر ہے اور کون غلط ہے۔ اس کش مکش کے نتیجہ کے طور پر متحارب گروہوں کا ابھرنا قدرتی امر ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ارشاد خداوندی ہے:۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ	درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک
لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر و	بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر
واذکر اللہ کثیرا (الاحزاب ۲۱)	کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

جب ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریق کار اور تبلیغ اسلام کے لئے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حکمت عملی کا مطالعہ کرتے ہیں تو رہنمائی کے لئے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کرتے ہیں۔

اولاً — آپ نے بجا طور پر شرک کو بدترین عمل قرار دیا اس لئے کہ یہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ ۱۳ سال کے طویل عرصہ میں فقط لاالہ الااللہ کی تبلیغ کی گئی۔ اس حکمت عملی سے پیغمبر خدا کے لئے بے شمار مشکلات پیدا ہوئیں۔ لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ یہ حکمت عملی بہترین تھی۔ آپ نے جاہلیت کے خلاف جدوجہد کو ملتوی نہ فرمایا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شرک کے ضمن میں کسی مصلحت کو خاطر میں نہیں لایا جا سکتا۔ قطع نظر اس سے کہ اس راستے میں کتنی ہی مشکلات کیوں نہ سامنے آئیں۔

ثانیاً — راہ راست پر اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنے کے لئے آپ نے فقط قرآن اور سنت کو اہم قرار دیا اور اور دیگر فلسفہ ہائے حیات کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔

ثالثاً — عمل اور نظریہ میں تضاد نہ تھا۔ قرن اول کے مسلمان ہر کام قرآن کے احکام کے مطابق سرانجام دیتے تھے ان کی زندگیاں ان کے اعتقادات کا مظہر ہوتی تھیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب آں حضرت کے کردار کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواباً کہا کہ آپ کا کردار و اخلاق قرآن تھا۔ یعنی آپ قرآن کی بتائی ہوئی

صفحات کا مظہر تھے۔

رابعاً۔ اسلام کی آغوش میں آنے کا مطلب یہ تھا کہ اسلام قبول کرنے سے پیشتر کی زندگی سے اب کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان بآسانی اپنے طور طریقے سے پہچانا جا سکتا تھا۔

خامساً۔ حکمت عملی یہ تھی کہ دوسروں کو بدلنے سے پیشتر اپنے آپ کو بدلو۔

اس بات پر ہمارا پختہ یقین ہے کہ جو حکمت عملی شروع کے مسلمانوں نے اپنائی تھی وہی اب بھی ہمارے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہے۔ ہاں، اپنے حالات کے مطابق ہم اس میں کہیں کہیں ترمیم کر سکتے ہیں چنانچہ ہماری تجویز یہ ہے کہ مطالعہ قرآن کے چھوٹے چھوٹے حلقے قائم کئے جائیں۔ ان کے ارکان مختصر تعداد میں ہوں۔ وہ اپنی انفرادی زندگیوں میں اسلام پر پورا پورا عمل کریں۔ اور ساتھ ہی تبلیغ کا فریضہ بھی انجام دیں۔ ان کا ابتدائی مقصد عددی قوت ہونا چاہئے۔ ان حلقوں یا مراکز میں لائبریریاں بھی قائم ہونی چاہئیں اور نجی کاروباری ادارے بھی جب تک ہر حلقہ حقیقی مقصد سامنے رکھے گا۔ انشاء اللہ کامیابی کا حصول یقینی ہوگا۔

مسلمان تنظیمیں ان کی کوتاہیاں اور مجبوریاں | کالعدم "ایسٹ افریقن مسلم سوسائٹی" پر پابندی عائد ہو جانے کے بعد ۱۹۶۳ء میں نیشنل مسلم کونسل (BAKWATA) کا قیام عمل میں لایا گیا۔ نیشنل مسلم کونسل تنزانیہ کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ تنظیم ہے۔ لیکن اسے کبھی عوامی حمایت حاصل نہیں ہو سکی۔ ہم یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس تنظیم کی موجودگی کے باوجود یہاں کے مسلمانوں میں اتحاد کی فضا پیدا نہیں ہوئی جو کہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ۸۲-۱۹۸۱ء میں کونسل نے ایک خود مختار مسلم یوتھ موومنٹ کی تشکیل کی اجازت دی لیکن بدقسمتی سے (BAKWATA) کی کاہلی اور بے اثری کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے مختلف گروہ ہی آج اسلام کے لئے کوشاں ہیں۔ یہ گروہ مخلص اور پرجوش مسلمانوں کی قیادت کے باوصف غیر مؤثر ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے۔ افرادی قوت کی کمی، تعلیمی معیار کی پستی۔ مالی اور مادی ذرائع کی بے بضاعتی ماسوڈ (MSAUD) جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ یہ دارالاسلام یونیورسٹی کے مسلمان طلبہ کی تنظیم ہے۔ اس کے دو مقاصد ہیں تعلیم کا حصول اور یونیورسٹی کے اندر اور باہر اسلام کی تبلیغ۔ اس تنظیم نے یونیورسٹی میں مارکسی اثرات کے زہر کو روکنے کے لئے بہت کام کیا ہے۔ یہ ششماہی سیمینار منعقد کرتی ہے جو ۱۹۸۱ء میں زکوٰۃ کے موضوع پر سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ اس تنظیم کا ایک سہ ماہی مجلہ بھی "دارالاسلام" کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ "مسلم" کے نام سے ایک ماہنامہ مسلم کونسل کی طرف سے سواحلی زبان میں بھی نکلتا ہے۔

ماسوڈ (MSAUD) کا سب سے بڑا مسئلہ مالیاتی منصوبوں کا فقدان ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے یہ تنظیم مالی وسائل جمع کر رہی ہے تاکہ ۱۹۸۲ اور ۱۹۸۳ء تک کسی قابل عمل معاشی منصوبے پر کام شروع کر سکے۔

"وارشا" مسلمان ادیبوں کی تنظیم کا نام ہے۔ یہ تنظیم چند نوجوانوں نے ۱۹۷۵ء میں قائم کی۔ اس کا مقصد عربی اور انگریزی سے سواحلی زبان میں زیادہ سے زیادہ لٹریچر کا ترجمہ کرنا ہے۔ سواحلی زبان تنزانیہ میں مقبول عام زبان ہے اور درحقیقت تمام مشرقی افریقہ میں سمجھی جاتی ہے۔ اب تک مبادیات اسلام سے متعلق سات مختلف تصانیف منظر عام پر آ چکی ہیں۔ جس سے ملک کے طول و عرض میں بے شمار مسلمانوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔

اس تنظیم کے بھی وہی مسائل ہیں۔ افرادی قوت کی کمی۔ پرنٹنگ پریس کا نہ ہونا اور اساتذہ کا فقدان۔ تاہم MSAUD اور "وارشا" ان مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کر رہی ہیں۔

تحریک تبلیغ | جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ تبلیغ کا کام زیادہ تر انفرادی سطح پر ہو رہا ہے۔ تاہم "جماعت تبلیغ" کے نام سے بھی ایک تنظیم کام کر رہی ہے۔ اس کا مرکز وسطی تنزانیہ میں ہے۔ یہ اصل میں کچھ ایشیائی مسلمانوں کی مساعی کا نتیجہ تھی لیکن اب افریقی مسلمان بھی اس میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔ اس تنظیم کے پاس مناسب مذہبی اور دنیاوی تعلیم سے بہرہ ور قیادت کی سخت کمی ہے۔ مالی ذرائع بھی کوئی خاص نہیں۔ لیکن ان کمزوریوں کے باوجود یہ واحد تنظیم ہے جو اسلام کے لئے خلوص اور جذبے کے ساتھ مصروف عمل ہے۔

کچھ پرجوش مسلمان نوجوان سکولوں میں تبلیغ کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ ریڈیو تنزانیہ دارالسلام کے "بیرونی سروس" کی طرف سے ایک ریڈیو پروگرام بھی گذشتہ دس برس سے ہر جمعہ کے دن نشر ہو رہا ہے۔ یہ پروگرام ایک پاکستانی مسلمان پیش کر رہے ہیں لیکن بدقسمتی سے ان کے قیام کے اجازت نامہ کی متعلقہ حکام کی طرف سے تجدید نہیں کی گئی۔ دارالحکومت (دارالسلام) میں قومی میلے کے دوران ہر سال کتابوں اور دیگر اشیاء کی نمائش بھی منعقد کی جاتی ہے۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں پر اس نمائش کا خاطر خواہ اثر پڑتا ہے۔

بعض علاقوں میں مسلمان طلبہ کی تنظیمیں بھی کام کر رہی ہیں لیکن مناسب تربیت، لٹریچر اور مالی ذرائع نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ موثر نہیں ہیں۔

MSAUD، وارشا اور جماعت تبلیغ کے علاوہ کوئی قابل ذکر تنظیم نہیں۔ شیعہ مسلمانوں کی تنظیم بلال مسلم مشن کے نام سے کام کر رہی ہے اور پندرہ روزہ مجلہ بھی "دی لائٹ" کے نام سے شائع کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے بیس کتابچے بھی تبلیغ کے نقطہ نظر سے شائع کئے ہیں۔ مجلہ کی اطلاعات کے مطابق سینکڑوں افریقی خاندان ان کی دعوت قبول کر چکے ہیں۔ بہت سے افریقی طلبہ اعلیٰ مذہبی تعلیم کے حصول کے لئے قم (ایران) بھی بھیجے گئے ہیں۔ اسلام سے متعلق مضامین اور سیاسی خبروں پر مشتمل سواحلی زبان میں لکھے گئے کئی رسائل اور کتابیں ایران سے مشرقی افریقہ کے ممالک میں بھیجی جاتی ہیں۔

اصلاح حال کے لئے تجاویز | تنزانیہ میں اسلام کے ضمن میں اصلاح احوال کے لئے چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ چونکہ منظم تبلیغی کام کی بہت زیادہ کمی ہے اس لئے ضروری ہے کہ کچھ مخلص نوجوانوں کو منتخب کرکے انہیں مناسب مذہبی اور دنیاوی تعلیم سے آراستہ کیا جاتے تاکہ وہ تبلیغ کا کام سنبھال سکیں۔

۲۔ ثانوی اور اعلیٰ درجے کے تعلیمی اداروں میں تقسیم کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ اسلامی لٹریچر کی ضرورت ہے۔

۳۔ یوتھ سنٹر کا قیام یہ سکولوں میں مسلمان طلبہ کے ثقافتی مراکز قائم کرے گا۔ ہفتہ وار سیمینار اور تعلیمی اجتماع بھی ان کی وساطت سے منعقد کئے جا سکتے ہیں۔

۴۔ اسلامی لٹریچر کی مقامی طور پر اشاعت کے لئے ایک پرنٹنگ پریس کا قیام۔

۵۔ مسلمان ممالک سے معروف علماء اور دانشوروں کے دورے۔ اس سے اسلامی اخوت کا آفاقی احساس پیدا ہوگا۔

۶۔ دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں کی طرف سے کتابوں کے عطیات تاکہ ایک مرکزی اسلامی لائبریری قائم کی جا سکے۔

۷۔ اسلامی اصولوں کی بنیاد پر کسی کاروباری منصوبے یا بنک کا قیام تاکہ اس کے منافع سے بیت المال قائم کیا جا سکے۔

۸۔ دارالاسلام، موشی، ٹانگا، ارنگا اور دوسرے بڑے شہروں میں ایسے کتاب خانوں کا قیام جن میں اسلام کے بارے میں لٹریچر موجود ہو۔ خاص کر سواحلی زبان میں۔

۹۔ زنجبار میں تقریباً ۹۸ فیصد مسلمان ہیں۔ اسلامی شعور پیدا کرنے کے لئے وہاں اسلامی یونیورسٹی کا قیام از حد ضروری ہے۔ اس یونیورسٹی کے قیام کا اولین مقصد یہ ہوگا کہ مخلص مرد اور عورتیں وہاں سے فارغ التحصیل ہوں اور مختلف شعبوں میں اسلام کی خدمت کریں۔

۱۰۔ تنزانیہ میں ایسے تربیت یافتہ اساتذہ کی شدید کمی ہے جو مقامی سکولوں میں طلبہ کو اسلامیات کی تعلیم دے سکیں۔ اسلامیات کے لئے ۴۵ منٹ پر مشتمل دو پیریڈ ہوتے ہیں۔ مسلمان طلبہ میں اسلامی شعور پیدا کرنے کے لئے اس وقت کو زیادہ سے زیادہ مؤثر طریقے سے استعمال کرنا چاہئے۔

حرفِ آخر ۔ اور مسلمان دشمن قوتوں سے انتباہ | سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تنزانیہ میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں کی نسبت زیادہ ہے تو پھر مسلمانوں کی ترقی اور خوشحالی میں کون سے امر مانع ہیں؟ مسلمانوں کے خلاف مندرجہ ذیل قوتیں مصروفِ عمل ہیں۔

۱۔ **مسلمانوں سے متعصبانہ سلوک** | ملک میں باعزت ذریعہ روزگار حاصل کرنے کا واحد ذریعہ دنیاوی تعلیم ہے۔ اور بدقسمتی سے مسلمانوں میں اس کی بہت زیادہ کمی ہے تاریخی اعتبار سے اٹھارویں صدی کے آخر میں کلیسا نے شروع کی تھی اور اس کا حقیقی مقصد استعمار کو دوام اور تقویت بخشنا تھا۔ چنانچہ سکولوں میں داخلہ یا تو عیسائی طلبہ کو ملتا تھا۔ یا ان مسلمانوں کو جو عیسائیت قبول کرنے پر آمادہ تھے۔ اس صورت حال کا

قدرتی نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان ان سکولوں سے دور رہے۔

۱۹۶۱ء میں آزادی حاصل ہوئی تو حکومت نے ہر ایک کے لئے مفت تعلیم کی پالیسی کا اعلان کیا۔ ۱۹۶۴ء میں کچھ مخصوص چرچ مشن سکول اور کچھ دیگر نجی سکول جن میں مسلمانوں کے سکول بھی شامل تھے۔ قومیا لئے گئے اس کی تین وجوہ ہو سکتی تھیں۔

۱۔ ۱۹۶۱ء کے بعد استعمار کے خلاف سیاسی جدوجہد کی وجہ سے مسلمان اپنی حالت زار کے بارے میں حساس ہو چکے تھے کہ تعلیمی انحطاط سے بچنے کی واحد صورت: عیسائیوں کی طرح مسلمان سکولوں کا قیام تھی۔ (قومی تحویل میں لینے کے) اعلان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان اس احساس زیاں کو کھو بیٹھیں اور حسن ظن میں مبتلا ہو جائیں۔

۲۔ استعمار کے زمانے میں عیسائی (مشن) سکول حکومت سے براہ راست فائدہ اٹھا رہے تھے۔ آزادی کے بعد اس صورت حال سے مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہو سکتا تھا۔ تو میا لینے سے حکومت عیسائی (مشن) سکولوں کی سرپرستی جاری رکھ سکتی تھی۔ اور مسلمان شکایت بھی نہیں کر سکتے تھے۔

۳۔ ۱۹۶۴ء تک پرائمری سکول چلانے کے لحاظ سے مسلمان خاصی پیش رفت کر چکے تھے۔ اور اب ثانوی درجے کے مدارس کھولنے کی فکر میں تھے۔ قومی تحویل میں لینے سے یہ پیش رفت خود بخود رک گئی۔ چنانچہ مسلمانوں کے سکول قومی تحویل میں لینے کا مقصد ان پر تعلیمی تسلط قائم کرنا بھی تھا۔ لیکن دوسری طرف بہت کم عیسائی سکول قومی تحویل میں لئے گئے۔ بہت سے چرچ سکول جوں کے توں آزاد رہے۔ پھر ۱۹۶۹ء میں مسلمانوں پر عظیم ترین افتاد پڑی۔ مدارس اور سکول قائم کرنے والی واحد اسلامی تنظیم "ایسٹ افریقین ویلفیئر سوسائٹی" پر پابندی لگا کر کالعدم قرار دیا گیا۔

آزادی حاصل ہونے کے دو سال بعد ثانوی اور اعلیٰ تعلیم مفت قرار دے دی گئی۔ اور چند سال بعد ہر قسم کی تعلیم مفت قرار دے دی گئی۔ اس سے کئی توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں۔

مثلاً یہ کہ مسلمان آبادی کے تناسب سے مسلمان طلبہ کی تعداد (فیصد کے لحاظ سے) مقرر کی جا سکتی ہے۔

چونکہ مذکورہ بالا تعلیمی پالیسی کو نافذ ہوتے بیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ سیاسی معاشی، اقتصادی اور دیگر شعبوں میں مسلمانوں کی نمائندگی ان کی آبادی کے تناسب کے رخ پر جا رہی ہو۔

لیکن ان منطقی مفروضوں کے برعکس اصل صورت حال مختلف ہے۔

پرائمری سکولوں میں مسلمان طلبہ کی تعداد آبادی کے تناسب سے ہے۔ لیکن ثانوی اور ہائی سکولوں میں صورت حال بہت تشویشناک ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے ضمن میں خاص کر ملک کی واحد یونیورسٹی میں صورت حال اور بھی ابتر ہے: یونیورسٹی میں مسلمانوں کی تعداد محض ۵ سے ۱۰ فیصد تک ہے۔

سیکولر تعلیم مفت ہونے کے باوجود انتظامی اسامیوں پر بہت کم مسلمان تعینات ہیں۔ زیادہ تر انہیں کلرک یا مزدور کے طور پر بھرتی کیا جاتا ہے یا وہ کاشتکاری کا کام کرتے ہیں۔

بظاہر تو ہر ایک کے لئے مساوی مواقع بہم پہنچانے کی پالیسی پر عمل کیا جارہا ہے لیکن مندرجہ ذیل تلخ حقائق اس پالیسی کا منہ چڑا رہے ہیں۔

قومی تعلیمی سرگرمیوں میں کلیسا کا عمل دخل بہت زیادہ ہو رہا ہے۔ چرچ مشن سکول جو صرف عیسائی طبقہ کے لئے ہیں۔ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں بھاری تعداد میں امیدوار بھیجتے ہیں۔ دوسری طرف پرائمری پاس مسلمان طلبہ جب ثانوی اور اعلیٰ اداروں کا رخ کرتے ہیں تو انہیں سخت مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔

مسلمان طلبہ پر اعلیٰ تعلیمی اداروں کے راستے تنگ کئے جا رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان ممالک اور اسلامی تنظیمیں تنزانیہ کے مسلمان طلبہ کو تنزانیہ سے باہر ایسی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے کے مواقع بہم پہنچائیں جہاں وہ اعلیٰ و بنیادی تعلیم حاصل کر سکیں اور ساتھ ہی اسلامیات کا مضمون بھی پڑھ سکیں۔ اس کام میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ تنزانوی مسلمان طلبہ کی ایک کثیر تعداد پہلے ہی بھاری نقصان اٹھا رہی ہے۔

۲- کلیسا | کلیساؤں کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں :-

الف - معتدل اور نظریاتی لحاظ سے اکھڑے ہوئے مسلمانوں اور قدیم مذاہب کے افریقیوں کو عیسائی بنانا چرچ کے مقاصد میں سرفہرست ہے۔ تبلیغ کے ذرائع میں ریڈیو پروگرام بھی شامل ہیں۔ یہ پروگرام مارنگو، موشی اور دودوما میں ریکارڈ کئے جاتے ہیں۔ دیگر ہتھکنڈوں میں معاشرتی بہبود کے منصوبے شامل ہیں۔ مثلاً پانی، شفاخانے، یتیم خانے، معذوروں کے لئے مراکز اور نابیناؤں کے سکول وغیرہ۔ ان ذرائع کی مدد سے اسلام کے خلاف موثر پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔

ب - ایک اور مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں پر عیسائیوں کی بالادستی قائم کی جائے۔ تعلیم کے میدان کو اس مقصد کے لئے اس حد تک کامیابی سے استعمال کیا گیا کہ آج تنزانیہ ہر لحاظ سے عیسائی دکھائی دیتا ہے۔ پبلک سیکٹر میں ۵۰ فیصد سے زائد اسامیاں ان سکولوں سے فارغ التحصیل طلبہ سے پر کی جاتی ہیں جن میں انجیل کی تعلیم باضابطہ دی جاتی ہے باقی چالیس فیصد بھی عیسائی طلبہ ہی ہوتے ہیں جب کہ مسلمان فقط دس فیصد ہیں۔ اس صورت حال کا نتیجہ مسلمانوں کے لئے سخت نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے۔ کیونکہ ملک میں کلیسا کے قوانین اپنائے جا رہے ہیں اور اسلامی شریعت کو " روائتی قوانین " کا نام دے کر پس پشت ڈالا جا رہا ہے اس کی مثال ہے ۱۹۷۰ء کا شادی کا قانون پیش کیا جا سکتا ہے جس کی رو سے ایک ہی شادی کو قانونی طور پر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

۳- مادہ پرست (سوشلسٹ) | ان کا مقصد یہ ہے کہ نوجوانوں کو مذہبی اقدار سے محروم کر دیا جائے۔ تعلیمی

اداروں میں مادہ پرستانہ نظریات کی پیہم تعلیم دی جارہی ہے ۔ نوجوانوں اور ثقافت کی وزارت (منسٹری آف کلچر اینڈ یوتھ) اس صورت حال کی ذمہ دار ہے ۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس سے نقصان اسلام کا ہو رہا ہے کیونکہ عیسائیت کسی بھی نظام اور ازم سے سمجھوتہ کر سکتی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ کلیسا نے اپنے پیروکاروں کو اجازت دے دی ہے کہ اگر شراب نوشی اور رقص و سرود سے وہ لوگوں کے دل جیت سکتے ہیں تو انہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے سکولوں میں طلبہ کو اتنا زیادہ مصروف رکھا جاتا ہے کہ اسلامی مدارس میں جانے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ صبح کا وقت کلاس روم میں اور شامیں رقص کی تربیت حاصل کرتے ہیں اور سیاستدانوں کی تقریریں سننے میں کٹتی ہیں۔ ناپختہ ذہنوں کے لئے یہ مادہ پرست، دیگر مخالف قوتوں کی نسبت زیادہ خطرناک ہیں اگر ان کا مناسب سدباب نہ کیا گیا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ آنے والی نسلیں محض نام کی مسلمان ہوں اور ایمان و یقین کی دولت سے محروم ہو جائیں ۔

۴۔ قادیانی اور احمدی | تنزانیہ کے مسلمانوں کے خلاف یہ ایک بہت بڑی قوت ہے ۔ قادیانی مسلمانوں میں بے یقینی اور شکوک پیدا کرنے کے لئے اپنے ایجنٹ مامور کرتے ہیں ۔ اور لٹریچر مفت یا برائے نام قیمتوں پر پانی کی طرح بہاتے ہیں ۔ نقدی یا جنس کی صورت میں تحائف بھی تقسیم کئے جاتے ہیں ۔ مسلمانوں کو گمراہ اور کمزور کرنے کے اس کام کو حکومت بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے ۔ اور ان کی حفاظت کرتی ہے ۔ ممباسا (کینیا) میں قادیانیوں کا اپنا پرنٹنگ پریس ہے جس سے وہ ہر وقت ہینڈ آؤٹ شائع کرتے رہتے ہیں ۔ بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ تنزانیہ میں مادہ پرستی عیسائیوں اور قادیانیوں (احمدیوں) کا لٹریچر سیلاب کی طرح بہہ رہا ہے اس کی وجہ اشاعت و طباعت کے ذرائع تک ان کی دسترس اور سیاسی قوت ہے ۔

۵۔ اتحاد کا فقدان | مسلمانوں کے مصائب اور زبوں حالی کی ایک بڑی وجہ اتحاد کا فقدان بھی ہے (BAKWATA) اس میدان میں بہت پیچھے ہے ۔ یہ چار پبلک سیکنڈری سکول چلا رہی ہے ۔ مقاصد کاروباری ہیں ۔ اساتذہ زیادہ تر عیسائی ہیں اور اسلامی تعلیم پر قطعاً زور نہیں دیا جاتا ۔

اسلام کو صحیح صورت میں پیش کرنے والے لائق علماء کا فقدان ہے ۔ اسلامی مدارس کی بھی کمی ہے ۔ اور ایک یکساں اسلامی نصاب بھی قومی سطح پر چلتا ہے ۔ اگر اسلامی تعلیمات اور تبلیغ کے لئے ریڈیو کومورو (OMROS) سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائے تو مشرقی افریقہ کے مسلمان اس سے بہت استفادہ کر سکتے ہیں اور ایک مسئلہ یہ ہے کہ سماجی خدمات مثلاً ہسپتال مدارس اور معاشرتی بہبود کے مراکز وغیرہ قائم کرنے میں مسلمان بہت پیچھے ہیں ۔ سرکاری شعبے سے مایوس ہو کر اکثر مسلمان ذاتی سطح پر روزگار کے چکر میں ہیں ۔ شہروں میں وہ چھوٹی چھوٹی دکانیں اور ہوٹل چلاتے ہیں اور دیہاتی علاقوں میں ماہی گیری اور کاشتکاری کرتے ہیں ۔ اس کمزور معاشی بنیاد کے ساتھ سماجی خدمات میں حصہ لینا، ظاہر ہے ممکن نہیں ۔ نتیجۃً کلیسا کی سرگرمیوں کے نتائج کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا ۔

لوگوں کو کسی نہ کسی طرح عیسائی بنانے کے لئے کلیسا کی امدادی کارروائیوں اور اس کے متنوع پروگراموں کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ بین الاقوامی لوتھر چرچ نے طبی خدمات اور دیہات میں فنی تعلیم کے لئے تیرہ ملین امریکی ڈالر کی امداد پیش کی ہے۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ پروگراموں کی تشکیل و تربیت میں ان کا عمل دخل بہت زیادہ ہے۔ اس تین سالہ پروگرام کی بدولت چرچ کو دیہات میں پھیلے ہوئے غریب مسلمانوں اور بت پرست قبائل تک رسائی حاصل ہوگی۔ چنانچہ وہ عیسائیت کا تر نوالہ بنیں گے۔

اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلم ممالک اور اسلامی تنظیموں کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور معاشرتی بہبود کے مختلف میدانوں مثلاً ہسپتال، یتیم خانے، مسافر خانے، پرنٹنگ پریس وغیرہ قائم کرنے کے لئے کام کریں۔ انہیں اسلامی تعلیمات پھیلانے کے لئے بھی ذرائع تلاش کرنے ہوں گے۔ کلیسا کے اثر کا مقابلہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے ۔:

افغانستان پر روسی جارحیت اور موتمر المصنفین کی اہم پیشکش

روسی الحاد

پس منظر و پیش منظر

تالیف و اشاعت ——— موتمر المصنفین

سوشلزم اور کمیونزم حریت اقوام، آزادی افکار کا غاصب اور دیگر مذاہب کا عظیم دشمن اور انسانی و اخلاقی قدروں کا کن کن طریقوں سے باغی ہے؟ ان سب باتوں کا جواب اور کمیونزم کی فکری نشوونما، جنگ اقتدار، مظالم اور چیرہ دستیاں، مستقبل کے ناپاک عزائم کا تحقیقی اور تفصیلی جائزہ۔

اہم ابواب کی ایک جھلک جبکہ ہر باب کئی ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے

۱۔ محرکات و عوامل
۲۔ سوشلزم کا فکری سفر
۳۔ عملی سرگرمیاں اور جنگ اقتدار
۴۔ سوشلزم کی چیرہ دستیاں
۵۔ مذہب و اخلاق دشمنی
۶۔ سامراجی تسلط ۔ روس اور افغانستان، پاکستان اور سوشلزم

افغانستان پر ظالمانہ یلغار کے بعد روس پاکستان کے دروازوں پر دستک دے رہا ہے۔ آئیے ملی جہاد کے ساتھ ساتھ علمی و فکری جہاد کیلئے بھی کمربستہ ہو جائیں ——— ایک جھلک اور مکروہ چہرہ جسکو بے نقاب کرنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے

بلاشبہ اس موضوع پر ایک مستند اور تحقیقی کتاب

جس کیلئے صدہا ماخذ کو کھنگالا گیا ہے۔

قیمت ۱۴ روپے صفحات ۲۰۰ کاغذ و طباعت عمدہ۔ تبلیغ کے لئے ۱۰ نسخوں پر ۲۰ فیصد رعایت

آج ہی طلب فرمائیں

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور پاکستان

قومی اسمبلی میں

اسلام کا معرکہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی سرگرمیاں

؎ صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم   کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب (اقبالؒ)

قومی اسمبلی میں جمہوری قومی و ملی مسائل پر قراردادیں، مباحثات۔ پارلیمنٹ میں موجودہ سیاسی پارٹیوں کا موقف، حزب اختلاف اور حزب اقتدار کا اسلامی و ملی مسائل کے بارہ میں رویہ، شیخ الحدیث کی تقاریر، اور ان کی قراردادوں پر ارکان اسمبلی کا ردعمل ——— آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد پر کیا گذری، تحاریک التواء، سوالات اور جوابات، مسودہ دستور میں ترمیمات اور تشریحی تقریریں۔

★ سیاستدانوں کے منشور اور انتخابی وعدے کردار کی کسوٹی پر۔
★ ایک اہم سیاسی دستاویز۔
★ ایک آئینہ اور ایک اعمالنامہ
★ ایک ایسی رپورٹ جو اسمبلی کے شائع کردہ سرکاری رپورٹ کے حوالوں سے بھی مستند ہے۔
★ پاکستان کے مرحلہ آئین سازی کی ایک تاریخی داستان اور ایک ایسی کتاب جس سے وکلاء، سیاستدان بھی اور اسلامی سیاست میں منہمک افراد تحقیق بھی بے نیاز نہیں رہ سکتے۔
★ ایک ایسی کتاب جو جہاد حق اور خطبہ اسلام کے علمبردار علماء کیلئے حجت و برہان بھی ہے۔ اور مستقبل میں اسلامی جدوجہد میں رہنما بھی ——— کتاب شائع ہو چکی ہے اور ترسیل جاری ہے۔

عمدہ کتابت و طباعت حسین سرورق، قیمت پندرہ روپے صفحات ۴۰۰

موتمر المصنفین اکوڑہ خٹک (پشاور)